نقطۂ نظر
محمد رفیق اختر

پاکستان میں مذہبی سیاست کا مستقبل......؟

ہندوستان میں ۱۹۳۰ء کے بعد مجلس احرار اسلام نے زیادہ فعال طور پر مذہب کے ذریعے عوامی سیاست کی بنیاد ڈالی اور پھر اس کی آبیاری کے نتیجہ میں مذہب کی بنیاد پر تقسیم ملک کے نظریہ کو تقویت اور حمایت حاصل ہوتی چلی گئی۔

قیام پاکستان کے بعد اس نوزائیدہ مملکت کی فضا جماعت سازی کیلئے زیادہ سازگار ثابت ہوئی اور ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت ملک میں دو سو سے زائد مذہبی و سیاسی جماعتیں قائم ہیں۔ ان میں سے جماعت اسلامی سمیت اکثر مذہبی جماعتیں اس فکر پر یقین رکھتی ہیں کہ صرف اور صرف قانون ساز اداروں اور حکومت پر کنٹرول کے ذریعے ہی معاشرہ کو اسلامی بنایا جا سکتا ہے۔ اس فلسفہ کے تحت مذہبی جماعتیں جمہوری سسٹم کے تحفظات کو قبول کرتے ہوئے انتخابی عمل کے ذریعے غلبۂ اسلام کیلئے کوشاں ہیں۔ جبکہ اس نظریہ پر بھی وسیع اختلاف موجود ہے کہ محض سٹیٹ پاور پر کنٹرول یا لوگوں کی نظریاتی تعلیم و تربیت سے آئیڈیل اسلامی معاشرہ کی تشکیل ممکن ہے؟

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے طویل مارشل لاء کے عہد میں اکثر مذہبی رہنماؤں کے تعاون و حمایت سے کئی اسلامی قوانین کا نفاذ عمل میں لایا گیا۔ ان قوانین میں امتناعِ قادیانیت آرڈیننس، حدود آرڈیننس، قانون شہادت، قصاص و دیت آرڈیننس، قانون زکوٰۃ، نفع و نقصان کی بنیاد پر بنکاری وغیرہ کے قوانین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اب غربت کے خاتمہ کیلئے بیت المال کو بھی فنکشنل بنایا گیا ہے۔ لیکن ان تمام قوانین کے نفاذ سے سوسائٹی کو اسلامی بنانے میں کیا پیش رفت ہوئی ہے؟ اور اس سے معاشرہ میں عام لوگوں کے رویہ اور نفسیات میں کیا مثبت تبدیلی آئی ہے؟

ہمارے ملک میں مجموعی طور پر ۸۰ فیصد ووٹ بنک چھوٹے کاشتکاروں اور خواتین پر مشتمل ہے جو عمل میں کمزور ہونے کے باوجود مذہبی رجحانات رکھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود موجودہ قومی اسمبلی میں تمام مذہبی جماعتوں کو صرف ۵ فیصد نمائندگی حاصل ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ لوگ علماء کو دینی فرائض کی ادائیگی میں رہنمائی پر عزت و تکریم کا مستحق سمجھنے کے باوجود سیاست میں ان پر اعتماد کرنے کیلئے کیوں تیار نہیں ہیں؟ غالباً اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ماضی میں اسلام کے نام پر بننے اور پھر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے والے اتحادوں میں مذہبی جماعتیں اپنی "کریڈیبلٹی" کھو چکی ہیں۔ ثانیاً مذہبی جماعتوں کی طرف سے غربت، بیروزگاری، بدعنوانی، ناخواندگی، افراطِ زر، صحت، رہائش، بنیادی حقوق کے تحفظ اور موجودہ سیاسی نظام کی مکمل تبدیلی جیسے اہم بنیادی مسائل کو موضوع بنانے کی بجائے محض عورت کی حکمرانی کے شرعی جواز و عدم جواز کی بحث اور فرقہ وارانہ مسائل کو ترجیح دینا

ہے۔ جس سے عوامی حمایت کا گراف مسلسل گرتا جا رہا ہے۔ آخری عام انتخابات کے نتیجہ میں ملک میں دو جماعتی نظام کی طرف پیش رفت کو بھی مقتدر قوتوں کی منصوبہ بندی اور شعوری کاوش کا کارنامہ قرار دیا جا رہا ہے۔ جس کا مقصد سیاست میں مذہبی جماعتوں کے کردار کو محدود کرنا ہے۔ بنیادی طور پر دونوں جماعتیں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ عملاً سیکولر سیاست پر یقین رکھتی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ پیپلز پارٹی اس رویہ کے اظہار میں نسبتاً "بولڈ" ہے جبکہ مسلم لیگ مذہب کی آڑ میں سیاسی مفادات کے حصول کی روش پر کاربند ہے اور اس پالیسی کی تائید میں بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے اس فرمان کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے کہ

"نئی مملکت میں مذہب ہر شخص کا ذاتی مسئلہ ہوگا اور اقلیتوں سمیت ہر شخص کو اپنے مذہبی اعتقادات کے مطابق عمل کی مکمل آزادی حاصل ہوگی۔"

ان حالات میں مذہبی جماعتوں کے قائدین کا یہ فرض ہے کہ وہ صورتِ حال کا ادراک رکھتے ہوئے اپنے سیاسی کردار اور ماضی کی ناکامیوں کا تجزیہ کریں کہ اب تک اسلام کے نام پر سیکولر جماعتوں کے ساتھ انتخابی اتحادوں اور عوام کے حقیقی مسائل کو نظر انداز کر کے خود کو مذہبی مباحث تک محدود کرنے سے کیا نتیجہ برآمد ہوا ہے؟ اس ماحول میں جمہوری نظام اور انتخابی سیاست کے ذریعے اسلامی انقلاب کے فلسفہ کو چھوڑ کر اگر فکری و نظری قدر مشترک کی بنیاد پر مذہبی جماعتیں مستقبل کیلئے کوئی لائحہ عمل تیار کرنے میں کامیاب ہو گئیں تو پھر شاید مستقبل میں کسی کامیابی کے امکان کی پیش گوئی کی جا سکے ورنہ محض خطبات میں فراست کو مومن کی میراث قرار دینے سے منطقی انجام سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔ اور تارکِ عمل ہو کر محض دعاؤں کے ذریعے بلاؤں سے نجات کی امید خود فریبی کے مترادف ہو گی۔

احرار ختم نبوت سنٹر کی تعمیر

جدید مرکز احرار دارالعلوم ختم نبوت اور احرار ختم نبوت سنٹر بالمقابل مرکزی مسجد عثمانیہ، معاویہ چوک، ھاؤسنگ سکیم چیچا وطنی۔ کی تعمیر کا کام جاری ہے ضلع ساہیوال بالخصوص علاقہ چیچا وطنی کے ساتھی خصوصی توجہ فرمائیں۔

رابطہ:۔

دفتر احرار جامع مسجد بلاک نمبر ۱۲ چیچا وطنی۔